السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ((من حمل میتا فلیتوضا ومن غسل فلیغتسل)) یعنی جو میت کو اٹھائے وہ وضو کرے اور جو غسل دے وہ غسل کرے۔ کیا یہ حکم وجوبی ہے استحبابی؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

مندرجہ بالا حدیث سے جو استدلال لیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ مندرجہ بالا مسئلہ میں کوئی بھی حدیث پائے ثبوت تک نہیں پہنچتی کیونکہ سب روایات میں علت قادحہ موجود ہے اس لیے میت کے اٹھانے سے نہ وضو لازمی ہوتا اور نہ ہی غسل دینے والے پر غسل کیونکہ جو حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

((من غسل المیت فلیغتسل ومن حملہ فلیتوضا))

اس حدیث کو امام ابوداود نے اپنی سنن میں (کتاب الجنائز' باب فی الغسل من غسل المیت' رقم: ٣١٦١) میں ذکر کیا ہے عمرو بن عمر کے طریق سے روایت کیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس روایت میں عمرو بن عمر مجہول راوی ہے۔

''کمافی التقریب'' اور جہالت شدید جرح ہے۔ کمالایخفی علی ماہر الاصول

اسی طرح دوسری حدیث جو پیش کی جاتی ہے۔

((عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من غسلہ الغسل ومن حملہ الوضوء یعنی المیت))

اس روایت کو امام الترمذی نے ''الجامع'' (کتاب الجنائز' باب فی الغسل من غسل المیت' رقم: 933) میں ذکر کیا ہے یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے ابوصالح جس کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ (کماقال الحافظ فی الفتح)

اس طرح ایک تیسری حدیث جو پیش کی جاتی ہے :

((عن عائشہ رضی اللہ عنہا أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یغتسل من اربع من الجنابة ویوم الجمعة ومن الحجامة ومن غسل المیت))

اس حدیث کو امام ابوداود نے اپنی سنن (رقم: 3160) میں ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں مصعب بن شیبہ نامی ایک راوی ہے وہ

''لین الحدیث'' ہے اور اس روایت کو امام ابوزرعہ امام احمد اور امام بخاری رحمہم اللہ نے ضعیف کہا ہے اور امام ابوداود اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: حدیث مصعب ضعیف۔

اس طرح ایک چوتھی روایت پیش کی جاتی ہے :

(عن علی رضی اللہ عنہ قال: قلت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم أن عمک الشیخ الضال قدمات فمن یواری قال إذہب فوادأباک ثم ولاتحدثن متحدثن حدثنا حتی تاتین فورایتہ ثم جئتہ فأمرنی فاغتسلت ودعالی))

اس روایت کو ابوداود اور امام نسائی نے اپنی ''السنن'' میں ذکر کیا ہے لیکن یہ روایت بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ان کی سند میں ایک راوی اسحاق السبعی ہے وہ مدلس راوی ہے اور روایت کو وہ عن کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور اس کی تدلیس مرتبہ ثالثہ آئی ہے اور مرتبہ ثالثہ کے راویوں کہ روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہے جب تک وہ سماع کی تصریح نہ کر دے۔ کماقال الحافظ فی طبقات المدلسین

اور ہاں اگر ہم اس روایت کو صحیح بھی مان لیں تو ہوسکتا ہے یہ غسل کا امر کافر اور مشرک کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ قرآن پاک کی نص سے وہ نجس ہیں اور یہ حکم ہر میت کے لیے نہیں ہے اور اگر ہم حدیث کو عام بھی رکھتے ہیں تو بھی امر استحبابی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ اسی طرح ایک اور روایت امام ابوداود نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن اسحاق مولی زائدہ کے طریق سے نقل کی ہے اور امام ابوداود اس روایت کے بعد فرماتے ہیں :

((قال ابوداود ابوصالح بینہ وبین ابی ہریرة اسحاق مولی زائدہ ''))

اما بیہقی فرماتے ہیں : ''الصحیح انہ موقوف '' اورامام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں '' اراشبہ موقوف '' قال ابوحاتم عن ابیہ الصواب عن ابی ہریرۃ موقوف

اورامام علی بن المدینی اورامام احمد بن حنبل فرماتے ہیں : '' لایصح فی ہذاالباب شئی '' یہ ہی قول امام ترمذی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے ۔

اورامام محمد بن یحیی ذہلی فرماتے ہیں : '' لاعلم من غسل میتا فلیغتسل حدیثا ثابتا ولولزمنا استعمالہ ''

امام ابن المنذر فرماتے ہیں : ''لیس فی الباب حدیث یثبت ''

امام الرافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ''لم یصح علماء الحدیث فی ہذا الباب شیئا مرفوعا ''

امام ابن دقیق العید فرماتے ہیں : '' احسنہا روایۃ سہیل عن ابیہ عن ابیہ ہریرۃ وہی معلولۃ وان صححہا ابن حبان وابن حزم ''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی بھی صحیح روایت نہیں ہے اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اس کے طریق جمع کرنے سے حسن لغیرہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے لیکن ہر جگہ ضعیف حدیث کثرہ طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ تک نہیں پہنچتی جس طرح حدیث ''من کان لہ امام فقراتہ لہ قراۃ '' اگر ہم بھی مان لیں کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے تب بھی یہ حکم وجوبی نہیں ہے صرف استحبابی ہے کیونکہ ایک حسن سند کے ساتھ روایت ہے ۔

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علیکم فی میتکم غسل إذا غسلتموہ إن میتکم یموت لماہر أولیس بنجس فحسبکم أن یغسلواأیدیکم)) (اخرجہ البیہقی فی کتاب الجنائز ج ۳ ص ۳۹۸)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''تمہارے اوپر میت کو غسل دینے سے واجب نہیں ہوتا بے شک تمہاری میت پاک حالت میں انتقال کرتی ہے وہ ناپاک نہیں ہوتی (غسل دینے کے بعد) تمہارا صرف ہاتھ دھونا ہی کافی ہے ۔ ''

اسی طرح دوسری حدیث ہے جس کو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں نقل کی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تلخیص الجبیر میں کہا ہے ۔ اسنادہ صحیح ۔

((کنا نغسل المیت فمنا یغتسل ومنا من لایغتسل))

''یعنی ہم میت کو غسل دیتے تھے تو ہم میں سے کوئی غسل کرتا اور کوئی نہیں کرتا تھا ۔ ''

اسی طرح ایک تیسری روایت سے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

((منہا حدیث اسماء بنت عمیس إمرۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ إنہا غسلت أبا بکر الصدیق حین توفی ثم خرجت فسالت : من حضرہا من المہاجرین فقلت إنی صائمۃ وأن ہذا یوم شدید البرد فہل علی من غسل قالوالا)) (رواہ مالک فی المؤطا ص ۱۳۳)

''یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ انھوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا جب ان کا انتقال ہوا پھر باہر آئی اور مہاجرین موجود تھے ان سے استفسار کیا کہ آج شدید سردی ہے اور میں روزے سے بھی ہوں کیا میرے اوپر غسل واجب ہے تو انھوں نے کہا نہیں ۔ ''

جملہ دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے ۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ راشدیہ

صفحہ نمبر 388

محدث فتویٰ